متمثل ہو سکتے ہیں (جیسے مثلاً ﴿ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ○ ﴾[6] مریم : ۱۷) ایسے ہی جِنّات بھی انسانوں اور حیوانات بالخصوص حَیّات یعنی سانپوں کی شکل اختیار کر سکتے ہیں!

سلسلۂ تنزّلات کا مرحلۂ ثالث

سلسلۂ تنزّلات کی تیسری کڑی اُس وقت شروع ہوئی جب بہت سے ناری کُرے ٹھنڈے پڑنے شروع ہوئے —— جن میں ایک ہماری زمین بھی ہے۔ ٹھنڈے ہونے کے اس عمل کے دو نتائج ظاہر ہوئے : ایک یہ کہ جیسے کوئی انگارہ ٹھنڈا ہونے لگے تو اس کی سطح پر راکھ کی تہہ جم جاتی ہے اسی طرح کرۂ ارضی پر بھی "خاک" کی ایک تہہ پیدا ہو گئی جسے زمین کا چھلکا (CRUST OF THE EARTH) کہا جاتا ہے اور جو کل حیاتِ ارضی' نباتاتی و حیواناتی کا مادۂ تخلیق ہے —— اور دوسرے یہ کہ زمین سے کچھ بخارات نکل کر اس کے گرد جمع ہو گئے جن سے زمین کا غلاف یعنی "فضا" وجود میں آئی۔ اور پھر اسی فضا میں موجود ہائیڈروجن اور آکسیجن کے امتزاج سے پانی وجود میں آیا جو کل حیاتِ ارضی کے لئے "منبعِ حیات" ہے (بفحوائے : ﴿ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط ﴾[7] الانبیاء : ۳۰) —— اور اس نے موسلا دھار بارش کی صورت میں واپس زمین ہی پر برسنا شروع کر دیا۔ گویا اس سلسلۂ تخلیق کا ایک مرحلہ وہ بھی تھا جس میں زمین پر سوائے پانی کے کچھ اور نہ تھا۔ اور غالباً اسی کی جانب اشارہ ہے قرآن حکیم کے ان الفاظِ مبارکہ میں کہ ﴿ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى

---

۶) "پس وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہو گیا۔"

۷) "اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی۔ تو کیا وہ (ہماری خلاقی کو) نہیں مانتے؟"

الْمَاءِ ﴾ (۸) (ھود : ۷) —— اور ادھر چونکہ زمین کی چمڑی (CRUST) ٹھنڈے ہونے کے باعث سکڑ بھی گئی تھی للہٰذا سطح زمین پر نشیب و فراز پیدا ہو گئے۔ چنانچہ ایک جانب پہاڑ اور ان سے ملحق سطح مرتفع کے مختلف مدارج و مراحل کی صورت میں خشکی پیدا ہوئی تو دوسری جانب نشیبی علاقوں میں بارش کے پانی کے جمع ہونے کے باعث سمندر وجود میں آ گئے —— اور پھر ساحلی علاقوں میں حیاتِ ارضی کے "مادۂ تخلیق" یعنی مٹی یا تراب' اور اس کے "منبعِ حیات" یعنی پانی کے مابین تعامل سے "ارتقاء" کا وہ مرحلہ وار عمل شروع ہوا' جس کی انتہا حضرت آدمؑ نہیں بلکہ صرف حیوانِ آدم (HOMO SAPIENS) کا ظہور تھا —— گویا بقولِ بیدلؒ ؎

"ہر دو عالم خاک شد تا بست نقشِ آدمی
اے بہارِ نیستی از قدرِ خود ہوشیار باش!"

حیاتِ ارضی کا ارتقاء

یہ بات بالکل غلط طور پر مشہور ہو گئی ہے کہ نظریۂ ارتقاء کا موجد برطانوی سائنس دان چارلس ڈارون (۱۸۰۹ء تا ۱۸۸۲ء) تھا اور اس غلط مفروضے کی شہرت اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ عوام الناس میں ارتقاء اور "ڈاروِنزم" تقریباً مترادف ہو گئے ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جہاں تک حیاتِ ارضی میں ارتقاء کے مسئلے کا فی نفسہٖ تعلّق ہے' اس کا دھندلا سا تصور تو ارسطو سمیت متعدد قدیم یونانی حکماء کے یہاں بھی موجود تھا۔ پھر اس کا نہایت واضح نقشہ صدیوں پہلے مسلمان حکماء اور علماء پیش کر چکے ہیں۔ اس ضمن میں علامہ جاحظ (م ۲۲۵ھ)' پھر

۸) "اور اُس کا عرش پانی پر تھا۔"